افکار و تاثرات

حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی، برطانیہ

برطانیہ میں اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کا تقاضہ

۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو برمنگھم میں دیوبندی مکتبہ فکر کے نمائندہ اجتماع سے جاری کردہ اعلانیہ

برطانیہ میں آکر بس جانے والے مسلمانوں کی مثال ایک ایسے پودے کی ہے جو کسی ایسی سرزمین میں لا کر لگا دیا گیا ہو جسے اس پودے سے کبھی آشنائی نہ تھی، تقریباً چالیس سال گذر جانے پر اب اس پودے اور اس سرزمین کے رشتے کی صورت یہ بنی ہے کہ گویا پودے نے جڑ پکڑنا شروع کر دی جڑ کے پوری طرح جم جانے کا عمل پورا ہونے کو ابھی ایک مدت درکار ہے۔ ہو سکتا ہے چالیس برس اور درکار ہوں بشرطیکہ یہ عمل بغیر کسی خلل کے ہمواری کے ساتھ جاری رہ سکے۔ جہاں تک باہر سے خلل اندازی کا سوال ہے اسکی طرف سے مطمئن ہونا تو اپنے آپ کو دھوکا دینا ہوگا۔ مغرب میں اسلام فوبیا کی جو کیفیت سامنے ہے وہ ہرگز اس اطمینان کی اجازت نہیں دیتی، لیکن معاملے کا انحصار ہمارے اپنے طرز عمل پر ہے کہ ہم خود تو کہیں ایسے طریقے اختیار نہیں کر لیتے جو اس نازک عمل کی ہمواری میں خلل ڈالنے لگیں اور افسوس ہے کہ ہم ایسے طور طریقے اختیار کر رہے ہیں۔ یہ اپنی کشتی میں سوراخ کرنے کا عمل ہے اس نامبارک عمل کو روکنے کی کوشش کشتی ملت کے ہر مسافر کا فرض ہے۔

ہم مسلمان تقریباً پوری دنیا میں وسیع تر اجتماعی مصلحتوں کی رعایت اور لحاظ کے معاملے میں ایک کمزور ملت ہونے کا ثبوت دیتے آرہے ہیں۔ اور یہی ہماری ذلتوں اور پسماندگیوں کی جڑ ہے حالانکہ اجتماعی اور ملی مصلحتوں کی رعایت اور لحاظ کا جیسا باقاعدہ سبق ہمیں پڑھایا گیا تھا کسی دوسری قوم و ملت کی تاریخ میں اس کی نظیر پانی ممکن نہیں، حضرت بانی ملت خاتم الانبیاء ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہو چکے ہیں وہاں کا سیاہ و سفید اب سب آپ کے اختیار میں ہے، آپ کے اقدامات کو کوئی شخص چیلنج نہیں کر سکتا۔ قلبِ مبارک میں خیال آتا ہے کہ کعبے کو بتوں سے تو پاک کر دیا گیا، کیا اچھا ہو کہ اس کی عمارت جو ایک دفعہ کی نئی تعمیر میں بعینہ اس شکل پر قرار نہیں رہ سکی تھی جس شکل پر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے بنایا تھا اسی اصلی شکل پر بحال کر دی جائے، لیکن ایک خطرہ قلب مبارک پر گزرتا ہے کہ قریش کا اسلام ابھی نیا نیا ہے، ایسا نہ ہو کہ اس مقدس عمارت کی چھیڑ چھاڑ انہیں بھڑکا دے، یعنی اسلامی جمعیت میں ایک خلل رونما ہو جائے۔ آپ اپنے نہایت مبارک خیال پر اقدام کرنے سے رک جاتے ہیں، اور کعبہ اپنی اسی بدلی ہوئی شکل پر رہ جاتا ہے۔

پھر ایک موقعہ پر جب کہ دنیا سے آپ ﷺ کی رخصت کا وقت قریب آرہا ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ اصحاب کرام کو اپنے بعد پیش آسکنے والے ایسے حالات کے بارے میں متنبہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی قوت فیصلہ کو مشکل میں ڈال سکتے ہیں۔ مجملہ ان کے فرمایا جاتا ہے کہ "تمہاری حکمرانی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آسکتی ہے" جنہیں تم انکی عملی حالت کی بنا پر ناپسند کرو' وہ تمہاری حق تلفیاں بھی کر سکتے ہیں' مگر جب تک یہ نام کو بھی اسلام سے وابستہ رہیں (الا ان تروا کفراً بواحا) انکے خلاف محاذ آرائی مت کرنا! مصبِ حکمرانی کو تزکیہ و طہارت اور عدل و فقر کی ایک نرالی شان عطا کرنے والا پیغمبر اپنے مجاہد و پاکباز اصحاب کو ہدایت دے رہا ہے کہ امت کی جمعیت اور ان اعلیٰ قدروں پر اصرار کے درمیان انتخاب کا امتحان پیش آجائے تو امت کی جمعیت ہی کو مقدم رکھنا' حتیٰ کہ اپنی حق تلفیاں بھی سہہ لینا۔

آج کی ہماری دنیا جس روز افزوں بے چینی اور مستقبل کے بارے میں بے یقینی سے گزر رہی ہے کیمونزم جو ایک شعاعِ امید کا روپ بھر کر ابھر اتھا اپنی تجربہ گاہ کو صرف مایوسیاں دیکر روپوش ہو گیا ہے' سرمایہ داری اپنی زندگی کی آخری لڑائی کے دور میں داخل ہو چکی ہے' اور ب دنیا خاص طور سے اس کا مغربی حصہ بھی جو اب تک اسلام کو صرف دشمنی کی نظر سے دیکھتا تھا' خواہی نخواہی اس کو سمجھنے کی طرف مائل ہو رہا ہے' ایسے حالات میں ہمارے خود اپنے مستقبل کے مطالبہ کے ساتھ ساتھ عام عالم انسانی کی بھلائی کا بھی ہم سے تقاضہ ہے اور اسلام سے وفاداری کا بھی حق ہے کہ دنیا کے اس مغربی حصے میں رہتے ہوئے ہم اسلام کی بہترین نمائندگی کے طور طریقے اپنانے کو اپنا فرض سمجھیں' اور ملکوں' نسلوں' مسلکوں اور مکاتب فکر کی تقسیمیں ہمیں اس مشترکہ فریضہ میں بہتر سے بہتر رول ادا کرنے سے باز نہ رکھیں۔

حالات اور تقاضوں کے اس پس منظر میں برمنگھم میں منعقد ہونے والا یہ اجتماع جو برطانیہ میں دیوبند سے منسوب مکتبِ فکر کی نمائندگی کرتا ہے' برصغیر ہند (Indian Sub Continent) کے دوسرے مسلکوں کو آواز دیتا ہے کہ وہ اپنی دینی ذمہ داری کے ماتحت وقت کے اس ملی فریضے کے معاملے میں متحدہ کوششوں کے میدان کی طرف قدم بڑھائیں' یہ آواز ایک ایسے وقت میں دی جارہی ہے جب کتنے ہی لوگوں کو اس اجتماع سے توقع ایک بالکل مختلف آواز آنے کی رہی ہوگی۔

دیوبند پر اس وقت اس کے مسلک حنفیت اور ذوق تزکیہ و تصوف کے حوالے سے حملوں کا ایک بازار گرم ہے (اور یہ اس بازار کے علاوہ ہے جو قریب ایک صدی سے گرم ہی چلا آرہا ہے' اور افسوس کہ یہ ایک صدی پرانا بازار تو ایک ایسے مسلک کی طرف سے گرم ہے جو خود بھی حنفیت اور تصوف کا حوالہ رکھتا ہے) دیوبند کے پاس زبان و قلم کی کبھی کمی نہیں رہی لیکن یہ ہرگز کوئی خوش آئند بات نہ ہوگی کہ اللہ کی دی ہوئی اس صلاحیت کا

مصرف مسلکی حملوں کی گرم بازاری سے عہدہ برا ہوتا ہو' دیوبند کے فکری اور علمی مسلک پر کسی کو اگر ایمانداری سے دینی بنیادوں پر اعتراض ہے تو "چشم ما روشن دل ما شاد" وہ علمی انداز' معیاری زبان اور اصلاحی لہجے میں اپنے خیالات سامنے لائے' لیکن من گھڑت باتوں' کٹے پٹے حوالوں اور محض بدنام کرنے والے رقیبانہ لہجے سے یہ نام نہاد "دینی فریضہ" انجام دینا خود اپنے دین کی تو خرابی ہے ہی' اس ملک میں اسلام کے امکانات کو خطرے میں ڈالنے اور خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کا بار بھی اپنے سر لینا ہے' اور مزید جب یہ ناروا حملے ان لوگوں سے صادر ہوں جو ایک ایسی اسلامی حکومت کے دینی اداروں کیطرف سے بطور مبعوث اس ملک میں کام کر رہے ہیں' جس حکومت کی پالیسی میں اس فرقہ وارانہ طریقِ کار کی کوئی گنجائش نہیں' تب یہ حملے اور بھی زیادہ قابل افسوس ہو جاتے ہیں۔

وقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وہ الوداعی خطبہ یاد کیا جائے جو آپ نے اپنی رحلت سے تین ماہ قبل حجۃ الوداع میں اپنی امت کو خدا حافظ کہتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا' اس کا ایک جملہ یہ تھا الا إن دمائکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهر کم هذا (صحیح بخاری شریف کتاب الحج)

ترجمہ : پس (خبردار) تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں آپس میں تم پر ویسے ہی قابل احترام ہیں جیسے تمہارے اس مقدس شہر میں اور تمہارے اس ماہ حج میں تمہارے آج کے یوم (حج اکبر) کی حرمت ہے۔

دین کے نام پر کی جانے والی کسی مسلم کی کردار کشی اور آبروریزی بھی بلاشک اس وصیت نبوی کی بدترین خلاف ورزی ہے۔

یہ اجتماع مسلک دیوبند کے عامۂ متبعین سے بھی اپیل کرتا ہے کہ مسلک دیوبند اور اکابرین دیوبند پر حملوں کا یہ نیا باب جو سلفیت اور اہل حدیث کے نام سے کھلا ہے اور قدرتی طور پر انکے لئے صبر آزما ہے وہ اس سے مشتعل نہ ہوں' یہ احادیث نبوی کی روشنی میں بلاشبہ ایک فتنہ ہے' اور فتنوں کے دور کیلئے آنحضرت ﷺ کی نہایت تاکید سے یہ ہدایت ہے کہ فتنہ انگیزوں کا ترکی بہ ترکی مقابلہ کرنے کی بجائے صبر و حکمت سے اس آگ پر پانی ڈالیں۔ قرآن پاک کی آیت واذا اصابهم البغی هم ینتصرون (سورہ شوریٰ۔ ۳۹) سے اگرچہ برابر کے بدلے کی اجازت ملتی ہے لیکن اکابر دیوبند کو اسی سورہ کی سفارش' ولمن صبر وغفران ذالك لمن عزم الامور کے مطابق روش زیادہ پسند تھی' اور یہ ان کی زندہ جاوید میراث ہے۔

ہاں اہل علم کا ضرور اس سلسلے میں فرض ہے کہ قرآن وحدیث کے حوالے سے جو سطحی قسم کا پروپیگنڈہ تقلید ائمہ اور راہ سلوک وتصوف کے خلاف کیا جارہا ہے اس کی حقیقت ضرور مثبت انداز سے اور بقدر ضرورت عوام پر کھولی جائے۔